اینجانب

سیر گلفروشاں

اب کے پھول والوں کی سیر کی گلبازیاں جس نے دیکھیں اس کے بھاگ۔ بی بھاگ بھری کے نصیبے سے بھی بازی لے گئے۔ وجہ یہ ہوئی کہ بے تکی بارش کے مارے قلاش نکھرے۔ لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے والے مارے مارے تو پھر ہی رہے تھے۔ آنکھ بند کر کے قطب صاحب ہی کی سیدھ باندھ کر چل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے سوچ لیا کہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے بہی بجائیں۔ اب کے بارش کی لپا دھپی سے سیر بھی گوجریوں کی چھاچھ کیطرح ایسی ہوئی کہ جیسے سینک کھڑی رہی۔ کیچڑ پانی میں آدمی پر اٹھا بچ گیا۔ سودے والوں کی وہ ریل پیل کہ تماشائیوں سے بھی چوگنے۔ کرایہ بازوں نے مکانوں اور سواریوں میں کنگرے بجرا اور شکرموں کیطرح اتنے روپے روے کہ کم از کم چھ مہینے کا توشہ بہم پہنچ کر لیا۔ پنکھے صرف گیارہ ہی چڑھے۔ مگر انہی حبس کی گرما گرمی نے تحمل مزاج والوں کو بھی جھلسائے دیتی تھی اور پنکھے والوں کا ترش رو اور ترش ابرو ہونا تو ایک عادتی اور علتی فعل تھا۔ کیونکہ پنکھے چڑھنے چڑھانے تک پھوار بھی نہ تھی۔ پنکھے چڑھتے ہی وہ موسلا دھار پانی پڑا کہ تماشائیوں کو سر چھپانا بھاری ہو گیا۔ بہزار خرابی دلاکھ دشواری گر پڑ کے کسی کونے کھدرے میں آدمی پر آدمی اوپر تلے ہی ہوتے ہوئے نظر آئے۔ بارش کی موٹی موٹی بوندیں بنگالی نیلستوں کے چھوٹے چھوٹے بم کے گولوں سے کسی طرح بھی کم نہ تھیں کہ لوگ ناکے پاجامے بھی بحر باندھے پھرتے رہے۔ مصیبت کے وقت اپنا بیگانہ تو کجا۔ گواہ تک سامنے نہیں پڑتا نہ احباب کے جلسے۔ نہ عزیز و اقارب اصحاب کی صحبتیں۔ برگشتہ نصیب بدبختوں کو ستانا آسمان کا کام ہے۔ یا بازاری بی جان کا۔ کہ اس کی عدالت میں آدمی پیٹ کاٹنے کے منصوبے ہوتے رہتے ہیں اور ان کی عدالتوں میں سر کاٹے گئے۔ مگر آسمان کبھی کبھی ننگا کر کے اجاڑ میں بھی دھکیل دیتا ہے۔ چنانچہ اب کے اس نے ایسا ہی کیا۔ کہ آدمی دلی سے قطب صاحب کے جنگل بیابان میں مارے مارے پھرنے لگے۔ مکان اس طرح سے بیٹھ گئے جیسے کوئی کسی بھلے مانس سے شریلے مرد آدمی کی لنگوٹی اینچ لیتا ہے۔ اور وہ آنکھیں نیچی ہاتھ رکھ کے جھٹ بیٹھ جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پیدا کرنے کے لئے طاعون و ہیضہ اور قحط کی بلائیں کیا کم تھیں۔ جو مکانات گرنے کی افتاد پڑی۔ ہم نہ رحمت کی دعا مانگتے۔ نہ زحمت میں مبتلا ہوتے۔ نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ منہ مانگے موت بلائی ماننوس! از ماست کہ بر ماست۔ ع ۔ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔

الانسان عجول

اللہ میاں نے ازل میں آدم کو ایک پرند جانور کا لباس احسن تقویم والا پہنا کر دنیا میں بھیجنا چاہا تھا۔ مگر انسان خلقی جلد باز ہے۔ اتنی دیر نہ ٹھیر سکا۔ کہ حوران بہشتی اپنے ہاتھوں سے بہشتی براق پر لگا کر دنیا کی طرف یہ کہہ کے ع

بس فرو رفتنت مبارک باد ۔ بسلامت روی و باز آئی

دھکیل دیتیں وہ جھٹ پٹ ننگا ننگا ہی گرتا پڑتا چل کھڑا ہوا۔ اور سراندیپ میں آکر سرگشت کرنے لگا۔ چونکہ پرا جانور نہ بنا تھا۔ صرف ڈھانچ ہی تھا۔ اور جسم ننگا برا ہی معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے اس کی نسل سے بعض نے اپنے ایجادی مادے سے کپڑا بن بنا کر تن ڈھکا۔ ابن فرناس سلمان حکیم پر یہ خبط سوار ہو گیا۔ کہ مصنوعی پر پرزے لگا کر طیر فلک سیر بنایا جائے۔ مگر وہ پر پرزوں کی امیر اللغات کی طرح تکمیل نہ کر سکا۔ اور چل بسا۔ اب اہل یورپ طیار ہوئے ہیں اور اس ادھیڑ بن میں ہمہ تن لگے ہوئے ہیں کہ اس حکیم کی حکمت عملی کو مکمل کر دیا جائے۔ چنانچہ چمگادڑ اور بگلا گڑھ کے پرزوں کی طرح ریشمی پر باریک جھلی سے ہاتھوں کے لئے بنائے ہیں۔ چونکہ جانوروں کو دم اور چونچ بھی مدد دیتی ہے۔ یہ الو کی دم فاختہ یا سرخاب کا پر ڈاڑھی کے نیچے وصل کرنے کی تدبیریں ہیں۔ اور پھر چونچ لگا کر آدمی کو نرا چونچ بنائیں گے۔ تو آدمی خاصہ جانور بنکے اڑے۔ اور مفت کے جنگلی پھل پھلار کتر کتر زہر مار کرنے لگے گا۔ بھی بجا ہی کیا ہے۔ اناج کی گرانی سے تو پیچھا چھٹے گا۔

(دہلی پنچ اڈیٹر)

یاران ہم قالب

نہ مجھے ناشاد کرکے آسماں راحت نہ پائیگا
نہ مجھے برباد کرکے خاک چھائیگی زمیں سوں

پیارے مہربان

تمہیں کچھ اپنے جانثار خادم کی بھی خبر ہے۔ کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ زمانہ نے کیا سلوک کیا ہے۔ اور لوگ کیسے پیش آرہے ہیں۔ تم جوانی کے میٹھی نیند کے پرتکلف بستر پر ہاتھ پاؤں پھیلا کر مزے لیتے ہوگے۔ تمہیں کیا معلوم کہ کسی حسرت نصیب پر اس پہاڑ سی ڈراونی رات میں کیا گزرتی ہوگی۔ شب تاریک اور عالم تنہائی۔ خون شدہ دل جس میں ارمان و تمناؤں کا ہجوم۔ ایک جان ہزار ارمان۔ ایک دل ہزاروں خواہشیں۔ تمہارے دن تو سیر باغ گلگشت چمن میں گزرتے ہوں گے۔ جلسہ احباب ہوگا۔ اور نغمہ طرب۔ یاران خوش مذاق ہوں گے۔ اور لطیفہ گوئی کا لطف۔ بذلہ سنجی کی بہار۔ یہاں ہمارے مصیبت کے دن کاٹے نہیں کٹتے نہ کوئی مونس ہے نہ ہمدم نہ غمخوار ہے نہ شریک غم۔ آہ ایسے وقت میں تم بھی غافل ہو گئے۔ خیر آنکھیاں تو پھیر ہی لی تھیں۔ یاد بھی بھلا دی۔ کیا وہ ایسا دلفزا مقام ہے۔ جہاں رہ کر خیال وطن بھی جاتا رہا۔ وہاں کے ملنے والوں نے یاران وطن کو بھی فراموش کرا دیا۔ افسوس یہاں تو تمہاری یاد ہر وقت دل میں جاگزین۔ پیاری صورت ہر لحظہ پیش نظر۔ کوئی ساعت۔ کوئی گھڑی ایسی نہیں۔ جس میں تمہارا خیال نہ آتا ہو۔ اور تم بھول کر جھوٹوں بھی نہیں یاد کرتے۔ کیا دوستی کے یہی معنے ہیں۔ محبت اسی کو کہتے ہیں۔ ہائے اب نہ دنیا میں محبت باقی ہے۔ اور نہ محبت کی قدردانی گزرا ہوا زمانہ مجھے خواب کی صورت دکھلائی دے رہا ہے۔ وہ اگلی صحبتیں۔ وہ پرانے جلسے۔ وہ عیش و طرب کی مجلسیں۔ وہ علم و فضل کی محفلیں۔ وہ یاران طریقت۔ وہ ہمرازان حقیقت۔ وہ سادگی کی ادائیں۔ وہ بے تکلفی کی باتیں اکثر یاد آتی ہیں۔ اور ہمیشہ یاد آئیں گی۔ آہ کیا وہ دن پھر آئینگے۔ کیا وہ راتیں پھر ہونگی۔ کیا ہم بھی سکھ دیکھیں گے۔ ہمیں بھی آرام نصیب ہوگا۔ آہ اے برگشتہ بخت۔ اے میرے پھرے ہوئے مقدر۔ کچھ دنوں کے لئے تو مجھے چین لینے دے۔ اے میری بدقسمتی۔ اے میری کم نصیبی میرے حال زار پر رحم کر۔ اب تو بہت پریشان کر لیا۔ اچھی طرح حیران کر لیا اے بے چینی جا۔ اے پریشانی نکل۔ ہائے تم کیا چھوٹے سارا زمانہ چھوٹ گیا۔ اور زمانہ کے ساتھ ہی ساتھ عیش و آرام۔ راحت و مسرت یکسوئی و اطمینان نے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔ اب جسے دیکھو بدظن جسے دیکھو بدظن۔ ہر شخص ناخوش۔ ہر شخص خفا۔ دنیا بھر کے الزام ہمارے سر پر۔ زمانہ بھر کے عیب ہم پر منحصر۔ خطاؤں کے قرن۔ قصوروں کے مصدر۔ گروہ بندی کا ہم پر انحصار۔ ایکے کا ہم پر انحطاط۔ قید تنہائی کے سزاوار۔ ویرانہ کے قابل۔ ملنا جلنا ہمارا عیب۔ آنا جانا ہمارا گناہ اور خطا و قصور صرف اس قدر کہ کیوں سادہ طبیعت پائی۔ کیوں صفائی حصہ میں آئی۔ کیوں زمانہ سازی و سخن پردازی سے گریز ہے۔ کیوں دغا فریب اور سخن چینی سے احتراز ہے۔ کیوں حاضر باش رہ کر بات میں بات نہیں ملاتا۔ کیوں جھوٹ سچ ادھر سے اودھر نہیں لگاتا اور کیوں خوشامد سے عار ہے۔ کیوں عفو عیث و منافقت ناگوار ہے۔ افسوس ایک بیکس غریب مجبور و لاچار کا نہ کوئی مددگار ہے نہ معاون نہ کوئی ہمراز ہے۔ نہ ساتھی۔ وہ ہے اور اس کا خون شدہ دل۔ دل ہے اور حسرت و ارمان کا ہجوم۔ آہ اب تو اس کی ہمدردی بھی موجب عتاب ہے۔ رحم بھی سبب غیظ و غضب۔ پھر کیوں کوئی ناحق اپنے آپ کو آفت میں پھنسائے۔ خفگی اور ناراضگی کی بلا اپنے سر لائے افسوس اب دنیا میں ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں۔ زمانہ کو ہم سے جنگ ہے۔ عرصہ عالم ہم پر تنگ ہے۔ اے پیک اجل پہونچ۔ اے موت کے مبارک فرشتے آ۔ اور ہماری جان کو دنیا کے بکھیڑوں سے چھڑا۔ لیکن اگر صداقت میں کچھ اثر ہے۔ راستی کوئی چیز ہے۔ تو خون ناحق کی طرح ایک ناکردہ گناہ کی بدنامی ضرور رنگ لائیگی۔ جھوٹوں مکاروں کے چہرہ پر سیاہی چھائیگی۔ ذاتی اغراض طمع نفسانی کی بناپر کسی کو بدنام کرنا۔ ناحق کے الزام دھرنا۔ بہت جلد بے اعتبار کرائے گا اور ذلیل و خوار کرائے گا۔ ناشاد و ناکام ہونگے۔ مورد الزام ہوں گے پاک دوستی بے ریا ملنا۔ دلی خلوص۔ سچی محبت۔ خدا کی ایک بڑی نعمت اور خاص رحمت ہے۔ گنہگار کا دل۔ گندہ و خبیث طبع۔ ریاکار

دیر بکر مزاج اپنے اوپر سب کو قیاس کرتے ہیں۔ اپنا ہی سا سب کو سمجھتے ہیں۔ اور یہ ہی سمجھ انہیں اپنی بدکاریوں سے متنفر نہیں ہونے دیتی۔ کیا آگ سے حرارت کو۔ پانی سے رطوبت کو اور گوشت سے ناخن کو کوئی جدا کر سکتا ہے۔ کیا کوئی ہوا کو مٹھی میں بند کر سکتا ہے کیا دل سے سچی محبت دور کر سکتا ہے ؎

دل ہے تو ہر دم اس میں محبت ہے کسی کی

پیاری اب تو جدائی کے دن کاٹے نہیں کٹتے۔ فراق کی مصیبتیں اٹھاتے اٹھاتے سال بھر سے زائد گزر گیا۔ جاڑا برسات۔ گرمی سب ہی کچھ آ آ کر چلے گئے۔ چاند بھی بارہ مرتبہ ہلال سے بدر اور بدر سے ہلال بنا۔ رات دن میں بھی تین سو ساٹھ مرتبہ گلے ملنے کی نوبت پہنچی اور خدا جانے اس قدر زمانہ میں زمانہ نے کیسی کیسی کروٹیں لیں کیسے کیسے رنگ بدلے۔ دنیا میں کیا کیا ہوا۔ کیسے کیسے بچھڑے ملے کون کون شاہد مقصود سے ہمکنار رہا۔ مگر ہماری تیرہ بختی نہ جانی تھی نہ گئی۔ جو تم پھر آؤ تو پیارے پھریں ہمارے دن۔

راقم خستہ جگر۔ مضطر۔ از سوہا۔

کرتا ہے وار ہم پر قاتل سنبھل سنبھل کر
چرکے لگا رہا ہے پہلو بدل بدل کر

کیوں بھئی یہ کیا۔ آہا۔ حضرت دشمن پھٹکار آپ کے مزاج برادر لٹھ مار جیسی جبڑی لگی ہے۔ کہ کھلنے کا نام ہی نہیں۔ اور یہ کیا ہے۔

(لٹھ مار) یہ ہمارے رپورٹر صاحب جے پور کا خط ہے۔

(دشمن) خط میں کیا ہے؟

(لٹھ مار) خط میں ایک شادی کا ذکر ہے۔

(دشمن) کہاں کس کے ہاں۔ دولہا دولہن کے والدوں کا کیا نام ہے۔؟

(لٹھ مار) نام ابھی ہم نہیں بتائیں گے۔ مگر اب کے ہفتہ میں لیکن اتنا بتاتے ہیں۔ کہ کارکنان انتہائی حضرات دیوان جی۔ اور منشی چپالال اور بالمکند صاحبان نامی گرامی تھے۔

(دشمن) اہا ہم سمجھے اور خوب سمجھے۔ جب ہی تو میں کہوں۔ کہ یہ آگاہی کا اعلان نامہ کیوں گشت کیا گیا۔ جاسوس ہیں۔

(لٹھ مار) اعلان نامہ۔ ہاں وہ ارے ہاں اعلان نامہ کیوں فرمان جلیل شاہی کیوں نہیں کہتے۔ یہ تو ہم بھی کہیں گے۔ اور سچ کہیت کہیں گے چاہئے حضرت بالمکند جی صاحب بج براہی کیوں نہ مانیں۔ ایسے بڑے جلسہ شادی میں شاہ جی صاحب کا کاسہ بھرنا خلاف داب شاہی ہے۔ کیا وہ دبدبہ اور مرتبہ شاہ جی صاحب کا بھول گئے۔ یہ کیا کہ بھانڈ بھگت۔ بھاٹ۔ کولی۔ چمار۔ مونڈ چڑے۔ اگھورے۔ اقیر فقیر۔ جوگی مہنت۔ رنڈی۔ بھڑوے۔ نقال۔ قوالوں کو زر سرخ۔ سفید۔ سیلا دوشالا۔ انعام۔ اکرام سے مالا مال کریں۔ اور شاہ جی صاحب سے سوتیلا سا برتاؤ کریں۔ بس اسی میں خیر ہے۔ جلدی کریں۔ دیر نہ کریں اسی آگاہی کو غنیمت جانیں۔ نقد ول۔ چرندم۔ خورندم۔ شال۔ دوشالے تواضع کریں۔ بقول جوگ کی سعانی چاہیں۔ ورنہ وہ ہیں شاہ جی صاحب ناحق کوڑی کوڑی حبہ حبہ کی آمد کے دزدیدہ کھاتے کھولیں گے۔ ہر جنس کی ناپ تول تو لیں گے۔ کہیں گے گھی خراب تھا۔ تیل میں ملا ہوا تھی۔ کھانڈ میں بیسن ملا تھا۔ آٹے میں جوار۔ دال پتلی تھی۔ دودھ میں پانی۔ دہی نہیں تھا مٹھا تھا۔ کچوریاں باسی۔ پوری میں پوری نہیں تھی بھجیا کچی تھی۔ اچار بے مزہ۔ چاول نئے تھے۔ مٹھائی ناقص تھی میوہ پرانا تھا۔ کھانے والے بھوکے رہے۔ محفل کا فرش میلا تھا روشنی پھیکی تھی۔ آتشبازی میں دھواں تھا۔ عطر نہیں تیل تھا۔ کپڑے گھٹے تھے۔ کمخواب جھوٹی تھی۔ گورنمنٹ نہیں پر سولا تھا۔ ناچنے والی بدشکل تھیں بےسری الاپ تھی۔ ناچ بےبہا ڈھا۔ اور پھر کہیں گے۔ کہ یہ تو ادھر ادھر سے مال مارتے ہیں۔ رعیت کا خون چوستے ہیں۔ ہائے رے ہماری کوئی سنتا ہی نہیں۔ اسکے علاوہ ظالم بتائینگے۔ قزاق۔ ڈاکو چمار۔ ہتے دھرم۔ ناخدا ترس۔ انسان کی جان کے دشمن۔ مسٹر بالمکند جی کو کہتے کہتے کا مدار صاحب۔ دیوان جی۔ گوری لال۔ اور لال خان اور منشی چپالال کو بھی خرد برد کا دلال بتائینگے۔ اس سے بہتر ہے۔ چپ چپاتے چھن چھنن چھنن کی بھرمار کریں۔ تو ہماری رائے میں بہت اچھا ہے ہم بھی سفارش کرتے ہیں۔ ہماری سفارش اس وجہ سے ہے۔ کہ پھر نہیں تو لال خاں لکڑے سے جگر بند کرنا پڑے گا۔ ہمارا قلم لٹھ ماری کے ہاتھ پھیلے گا۔ دہلی پنج بے رنج کے کالم زرّیں ہو نگے۔ دو چار ماہیں

ہم اور وہ دونوں میں سے ایک سرخ دوسرا سیاہ رو ہوگا۔ اس آگاہی اعلان سے وہ کارکنان شادی کے ناموں میں سے نام جنٹلمین بالمکند بیچ کو آگاہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ شادی کے کاروبار میں غرہ سے اوڑا اسے ہم کو بھول گئے۔ دبکی پر بھی نہ دبکے تو دیکھو کیا کچھ دکھا سکیں گے۔ مگر کیا پرواہ ہے۔ بسم اللہ۔ یہ گو ہے۔ یہی میدان ہے۔ بسم اللہ اور بسم اللہ جو فرمانا ہے فرمائیے۔ مگر یاد رکھئے۔ جب تک ہمارے اور ہمارے دوست نامہ نگار کے سوالوں کا پورا جواب نہ دوگے۔ کیا آپ کو کرۂ صداقت میں منصف مزاج۔ صداقت شعار جگہ دیں گے۔ ہرگز نہیں (دشمن) بھٹکاں بس بس زیادہ قلم کو آشنا نہ کریے۔ وہ بیچارے خود اپنے مخبروں کو کوس رہے ہیں۔ یاد رکھئے تو سہی کون ایسا نالک اخبار ہے۔ جو اپنے نامہ نگاروں کو بابی بی بی کے منہ بھر کے کوستا ہو۔ اس میں چاہے امیر امراؤ۔ نواب یا غریب مفلس ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم تو اکھاڑے میں خم ٹھوک رہے ہیں۔ شاہ جی صاحب! نامہ نگاروں کو کیوں کوسا جاتا ہے۔ عورتوں کا سا سوگ کیوں پھیلایا جاتا ہے۔ ہم کو یاد ہے ہمارے ایک ہمعصر نے ہمارے بھائی بی بی مجنوں منصور کے مرگ جوانی پر آنسو بہا کر اب سے دور لکھا تھا کہ ہم بھی مرجائیں گے۔ جس پر ہمارے پیارے ذبیح نے لکھا تھا۔ خدا نخواستہ ایسا ہو۔ اور وہ ہیں کہ اپنی خواہش نفسانی اور منافع ناجائز کے فائدہ پر اپنے بچوں کو کرتے اٹھا اٹھا کر کوس رہے ہیں۔ ان کے نامہ نگاروں سے گو آپ مقابل ہیں پر وہ بھی ہمارے ہی ہمعصر ہیں۔ ہم اور وہ ایک ہیں۔ اسکے بدلے ہم تم کو ہی ایسا کیوں نہ کہیں مگر ہمارا ظرف ایسا نہیں ہے لاحول ولا قوۃ۔ نواب آپ دیر نہ کریں۔ مسٹر بالمکند کا رجسٹر ذرا مع آمد سننے کو کمربستہ ہو اور ان کا دل خستہ کرنے کو تیار ہو جاؤ۔

لٹھ مار۔ بہت خوب۔ قہقہہ۔

راقم لٹھ مار از لشکر گوالیار

چٹپٹے نوٹس

آدمیوں کی ٹانگیں تو بنائی ہی جاتی تھیں۔ لیکن اب کے بلبوں کی بھی مصنوعی ٹانگیں بننے لگیں رنگ کی سیدھ باندھ کر بھرن خورد دمشائر

میں چلے جائیے۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ آئیے۔ شروع شروع میں کتنے بھونکتے ہیں۔ چلاتے ہیں۔ بلکہ اکثر کاٹ بھی کھاتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ دیکھی بلا کر شکوری ظاہر کیا کرتے ہیں۔

ولایت کا ماتش ہو رہا ہو رسالہ گرینڈ میگزین نے لکھا کہ اب بدمعاشوں نے ٹھگ کھانے کی نت نئی ترکیبیں نکالی ہیں۔ وہ بھانپتے ہیں کہ فلاں شخص امیر ہے اور شریف۔ تب اس کے پاس جاکر چیخنے چلانے لگتے ہیں۔ کہ تم نے میری فلاں چیز چرائی تھی۔ فلاں مقام سے اب بتائیے اس کے علاوہ مختلف الزامات دیتے دیکھ کر لگاتے ہیں۔ بیچارے شریف فوراً تاڑ جاتے ہیں۔ اور ان کی مٹھی گرم کر کے اپنا پیچھا چھڑاتے ہیں۔

تھیٹر میں لاکھوں روپیہ لگا دیجئے۔ لیکن ایک چھوٹی سی دیاسلائی اس کا کام تمام کر سکتی ہے۔ پرنس تھیٹر کو میرٹھ کے ایک مسلمان رئیس زادہ نے بنایا۔ ایک لاکھ روپیہ لگایا۔ لیکن کوئٹہ میں دو تماشے ہونے پائے تھے۔ کہ کسی دشمن نے دیاسلائی سے جلا دیا۔ اب دونوں بھائی آئے ہوئے ہیں۔ ادھر کوئٹہ میں چندہ جمع ہو رہا ہے۔ خدا مسلمانوں کو ہدایت دے۔ تھیٹر وغیرہ انکے بس کے روگ نہیں ہیں یہ کام پارسیوں کو ہی مبارک رہے۔

ولایت میں کئی کمپنیاں ایسی ہیں۔ جو جان کا بیمہ کرانے والوں کو بیمار پڑنے پر ۲۲ روپے ہفتہ وار دیتی ہیں۔ اور اگر وہ مر جائے۔ تو پھر ساڑھے بیس ہزار کا چک بھیج دیتی ہیں۔ ہندوستان کے بے فکرے اگر پالیسی ہولڈر ہو جائیں۔ تو کمپنی کو زندہ نہ چھوڑیں۔ اگر آپ کو قواعد دیکھنے ہوں۔ تو فوراً جمعرات کے دن لفافہ پر ایک آنہ کا ٹکٹ لگائیے اور اس پتہ سے چلتا کیجئے (پتہ)

سیکرٹری لندن اینڈ پیرس ایکسچینج۔ بیلڈن ہاؤس لندن۔ ای۔ سی۔

راقم مسٹر ڈاسے آر۔ یونین کلب میرٹھ